سید عطاء المحسن بخاری

میرے ابّا جی رحمہ اللہ

سن تو مجھے یاد نہیں، میں ابھی قرآن مجید حفظ کرتا تھا یا حفظ کر چکا تھا۔ چھوٹے بھائی سید عطاء المومن اور سید عطاء المہیمن سلمہما بھی ابتدائی پاروں میں گوئے سبقت لےجانے میں مصروف تھے۔ ہم تینوں کو اباجی نے بہ اصرار کھدّر کے جوڑے سلوا کر پہنائے، حتیٰ کہ ٹوپی بھی اسی کھدر کی۔ ابھی عید کی نماز پڑھنے کے لئے جانا تھا کہ ہم تینوں نے محلے میں خورونوش کی سجی ہوئی دکانوں کا طواف کرنے اور عید منانے کا مشورہ کیا اور سیدھے اباجی کے پاس اجازت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ فرمایا..... ''جاؤ ضرور جاؤ، میں روکتا نہیں، مگر اکٹھے نہ جانا الگ ہو کر جانا۔ میری پونجی تمہی ہو۔ تمہیں یاد ہے نا، قرآن مجید میں ہے کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نصیحت فرمائی تھی۔

يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (پ۱۳، یوسف:۶۷)

میرے بچو شہر میں ایک ہی دروازے سے مت داخل ہونا، بلکہ الگ الگ دروازوں سے جانا۔

۱۹۵۳ھ میں خیر المدارس کے ایک استاذ گرامی کے بے جا مارنے سے میرا دل پڑھائی سے اُچاٹ ہو گیا اور میں نے اپنے پاکباز ماحول سے بغاوت کر دی۔ ملتان، لاہور، گجرات عزیزوں رشتہ داروں کے ہاں بھٹکتا رہا، طواف کوئے بغاوت میں قریباً ڈیڑھ برس ضائع کر دیا۔ اباجی ۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مسلم لیگی سیاست کا شکار ہو کے جیل میں تھے۔ ۵۴ء میں رہا ہوئے تو میں بھی آوارگی سے ''سیر'' ہو کر گھر پہنچ چکا تھا مگر ڈر کے مارے اباجی کے سامنے نہ آتا کہ کہیں مرمت نہ ہو جائے۔ میرے اعمال ان کے سامنے پیش کرنے والے بہت تھے جو سچ اور جھوٹ ملانے میں اسی طرح ماہر تھے جیسے آج کے بدذات سیاستدان۔ کچھ دن تو یونہی گزر گئے، ایک روز عصر کے قریب صحن میں لیٹے ہوئے تھے کہ مجھے بلایا اور فرمایا میرے ساتھ لیٹ جاؤ۔ میں نے تعمیل حکم میں عافیت جانی اور سینہ سے چمٹ گیا۔ تھوڑی دیر ساتھ چمٹائے رکھا، بہت پیار کیا، سر اور منہ چوما، ایسے معلوم ہوا کہ کلیجے میں ٹھنڈ سی پڑ گئی ہے۔ اور وہ خوف و دہشت جاتی رہی۔ اس کے ساتھ ہی وحشت کے آثار بھی کافور ہو گئے۔ جو مجھے دینی مرکز خیر المدارس جانے سے روکتے تھے۔ کافی دیر اسی کیفیت میں گزری۔ پھر فرمایا، تمام الفاظ تو مجھے یاد نہیں مفہوم کچھ ذہن میں محفوظ رہ گیا ہے وہ کچھ ان کے اور کچھ اپنے الفاظ میں عرض کرتا ہوں فرمایا:

''نہیں پڑھو گے تو کیا کرو گے؟ تم میرے بیٹے ہو کر نہیں پڑھتے، میں لوگوں کو کیا کہوں گا؟
میرے بیٹے ہو تو پڑھ لو، میرے چمڑے کے جوتے پہن لو مگر پڑھ لو۔''

میں دوسرے روز ہی خیرالمدارس میں تھا اور دینی تعلیم کے وہ رستے جنہیں میں اپنی آوارہ مزاجی سے تاریک کر چکا تھا اجالنے لگا۔ اللہ پاک نے فضل فرمایا، ابا جی کی نصیحت اور دلوں کی ویران دنیا آباد کرنے والی توجہ سے میں راستہ بھولنے یا راستہ بدلنے کی بجائے راہ راست پر چلتے ہوئے سوئے منزل رواں ہوا اور آج منزل کے قریب بلکہ بہت قریب ہوں۔ فللّٰہ الحمد.

غالباً ۱۹۴۹ء کی بات ہے۔ دادا جی سید ضیاء الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے اور ہم ابا جی کی معیت میں ان کی بیمار پرسی کے لئے "ناگڑیاں" (ضلع گجرات میں ہمارا جدی گاؤں) پہنچے۔ میں ان دنوں دسواں پارا پڑھتا تھا۔ امرتسر سے اُجڑ کے نئے نئے آئے تھے۔ پاکستان میں ابھی سنبھلنے نہ پائے تھے۔ اسی ویرانی میں میری پڑھائی کے تقریباً اڑھائی برس ضائع ہوئے تھے۔ دادا جی کو ہماری اس حالت کا علم تھا۔

فرمایا...... کیہ پڑھنا ایں؟ (کیا پڑھتے ہو،)

عرض کیا...... قرآن پاک

فرمایا...... کیہڑا سپارہ؟ (کون سا پارہ)

میں نے عرض کیا...... دسواں پارہ

فرمایا...... سناؤ

میں نے اس گھبراہٹ میں...... جو بڑوں کے سامنے ہوتی ہے۔ دسویں پارے کی آیت کریمہ

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَائَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَاءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ (پ۱۰)

سنائی۔

تو فرمایا......

سبحان اللہ بوٹا لگ گیا

سبحان اللہ بوٹا لگ گیا

سبحان اللہ بوٹا لگ گیا

تعلیم کے دوران ابا جی ہمیں مجلس آرائی کی اجازت نہیں دیتے تھے، نہ اپنی مجالس میں بیٹھنے دیتے۔ اگر چھپ چھپا کے کہیں کونے میں دبک بھی گئے تو نظر پڑنے پر اٹھا دیتے۔ علماء و مشائخ یا کوئی رندِ پاک سرشت و خوش نہاد آجائے تو اندر سے ہم سب بھائیوں کو بلا کر سب کا تعارف کراتے، مصافحہ معانقہ اور دعائیں لینے کے لئے حسب مقدرت ان کی خدمت پر مامور فرما دیتے ان کے جوتے سیدھے کراتے، ان کی آبدست کے لئے پانی سے لوٹے بھر کر رکھنے کو کہتے، مٹی کے ڈھیلے جمع کر کے رکھنے کو کہتے۔ کھانا، چائے، پانی لانے کے لئے ڈیوٹیاں لگ جاتیں۔ ایسے محسوس ہوتا جیسے بہت معزز و محترم لوگ ہمارے گھر آ گئے ہوں۔ گھر میں ایک عجیب سی رونق و برکت جلوہ فرما رہتی ابا جی کا تو حال ہوتا، شاید کہ بہار آئی۔ ابا جی جب جماعتی و سیاسی مجلسوں میں مشغول ہوتے تو میں آنکھ بچا کر باہر نکل جاتا اور پنجابیوں کے محلوں میں جو کھیل

بچے کھیلتے ہم بھی وہی کھیل کھیلتے اور کھل کھیلتے۔ ایک روز ایسا ہی موقع غنیمت سمجھ کر میں باہر جانے کو کسمسا رہا تھا کہ اباجی نے میری بے تابی کو بھانپ کر فرمایا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے پہلے تو چھپایا پھر ان کے بار بار پوچھنے پر بتا دیا کہ گولیاں کھیلنے جا رہا ہوں۔ اس وقت چونکہ کچھ احرار ساتھی آئے ہوئے تھے۔ اس لئے مجھے اندر بھیج کے ان سے باتوں میں مصروف ہو گئے تھوڑی دیر بعد اندر تشریف لے آئے اور مجھے بلا لیا۔ فرمایا...... "باہر جا کر مت کھیلو۔ آؤ میں تمہارے ساتھ کھیلتا ہوں"۔ غالباً ایک ہفتہ ان دنوں گھر میں قیام فرمایا تھا۔ وہ ہم پر صرف کر دیا اور ہفتہ بھر ہمیں باہر کی مسموم فضا سے بچا لیا یہ ان کی تربیت کا انداز تھا۔ باپ سے بہتر مربی کون ہو سکتا ہے۔ اسی حسین روش کا نام تو پدری شفقت ہے اور یہی تربیت ہے۔ اکثر فرمایا کرتے...... "باپ گھر میں آئے تو چمن میں بہار آجائے۔ ایسے باپ بھی کیا باپ ہیں جو گھر میں داخل ہوں تو معلوم ہو کہ تھانیدار آیا ہے۔"

چمن میں چہکتا وہ عندلیب گیا
چمنِ دھر سے وہ عندلیب گیا
فرازِ ملتِ بیضا خطیب گیا
فرازِ ملتِ بیضا خطیب گیا

بقیہ از صفحہ ۲۷

دیں تو پھر ہم اس کی وحدت کے رستے کو روک رہے ہیں۔ قادیانی ازم کے لئے تو مسلمان ریاست موزوں ہی نہیں تھی اس لئے ان کا یہ کہنا کہ انہوں نے پاکستان کا ساتھ دیا غلط بات ہے۔ اب دیکھیں انہوں نے لندن میں ڈیرے ڈال لئے ہیں اگر کسی نے کینیڈا جانا ہو تو اگر وہ خود کو قادیانی کہے تو اسے ویزا مل جاتا ہے۔ ان کا مسلمان سوسائٹی میں رہنا محال ہے یہ وہاں رہ ہی نہیں سکتے ان کی یہ غلط بات ہے۔ علامہ اقبال سے مجھے بڑی عقیدت اور محبت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی میں طوفان پیدا کرنے والے علامہ اقبال ہی تھے اور کچھ میری بھی آبزرویشن تھی جو میں نے قادیانیت کے حوالے سے کی تھی۔ انہوں نے کیا خوب کہا تھا کہ

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

جب کہ دوسری طرف مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں
تم اپنی عاقبت پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

علامہ اقبال نے میری زندگی کو جھنجھوڑ دیا۔ (بہ شکریہ ہفت روزہ ندائے ملت، لاہور ۱۰ تا ۱۶ / ستمبر ۱۹۹۸ء)